

# Tafheemul Quran

## in Colors

Arabic English Urdu

090 Al-Balad

Syed Abul Aala Maududi

Evergreen Islamic Center

أَلْبَد Al-Balad

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Name

The Surah has been so named after the word *al-balad* in the first verse.

Period of Revelation

Its subject matter and style resemble those of the earlier Surahs revealed at Makkah, but it contains a pointer which indicates that it was sent down in the period when the disbelievers of Makkah had resolved to oppose the Prophet (peace be upon him), and made it lawful for themselves to commit tyranny and excess against him.

Theme and Subject Matter

In this Surah a vast subject has been compressed into a few brief sentences, and it is a miracle of the Quran that a complete ideology of life which could hardly be explained in a thick volume has been abridged most effectively in brief sentences of this short Surah. Its theme is to explain the true position of man in the world and of the world in relation to man and to tell that God has shown to man both the highways of good and evil, has also provided for him the means to judge and see and follow them, and now it rests upon man's own effort and judgment whether he chooses the path of virtue and reaches felicity or adopts the path of vice and meets with doom.

First, the city of Makkah and the hardships being faced therein by the Prophet (peace be upon him) and the state of the children of Adam have been cited as a witness to the truth that this world is not a place of rest and ease for man, where he might have been born to enjoy life, but here he has been created into toil and struggle. If this theme is read with verse 39 of Surah An-Najm (*Laisa lil insani illa ma saa*: there is nothing for man but what he has striven for), it becomes plain that in this world the future of man depends on his toil and struggle, effort and striving.

After this, man's misunderstanding that he is all in all in this world and that there is no superior power to watch what he does and to call him to account, has been refuted.

Then, taking one of the many moral concepts of ignorance held by man, as an example, it has been pointed out what wrong criteria of merit and greatness he has proposed for himself in the world. The person who for ostentation and

display squanders heaps of wealth, not only himself prides upon his extravagances but the people also admire him for it enthusiastically, whereas the Being Who is watching over his deeds, sees by what methods he obtained the wealth and in what ways and with what motives and intention he spent it. Then Allah says: We have given man the means of knowledge and the faculties of thinking and understanding and opened up before him both the highways of virtue and vice. One way leads down to moral depravity, and it is an easy way pleasing for the self; the other way leads up to moral heights, which is steep like an uphill road, for scaling which man has to exercise self-restraint. It is man's weakness that he prefers slipping down into the abyss to scaling the cliff.

Then, Allah has explained what the steep road is by following which man can ascend to the heights. It is that he should give up spending for ostentation, display and pride and should spend his wealth to help the orphans and the needy, should believe in Allah and His religion and joining the company of believers, should participate in the construction of a society which should fulfill the demands of virtue and righteousness patiently and should be compassionate to the people. The end of those who follow this way is that they would become worthy of Allah's mercies. On the contrary, the end of those who follow the wrong way is the fire of Hell from which there is no escape.

نام

پہلی ہی آیت لآ اقسامہ بیہذا البلد کے لفظ البلد کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔

## زمانہ نزول

اس کا مضمون اور انداز بیاں مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی سورتوں کا سا ہے، مگر ایک اشارہ اس میں ایسا موجود ہے جو پتہ دیتا ہے کہ اس کے نزول کا زمانہ وہ تھا جب کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی پر تل گئے تھے اور آپ کے خلاف ہر ظلم و زیادتی کو انہوں نے اپنے لیے حلال کر لیا تھا۔

## موضوع اور مضمون

اس سورت میں ایک بہت بڑے مضمون کو چند مختصر جملوں میں سمیٹ دیا گیا ہے اور یہ قرآن کا کمال اعجاز ہے کہ ایک پورا نظریہ حیات، جسے مشکل سے ایک ضخیم کتاب میں بیان کیا جاسکتا تھا، اس چھوٹی سی سورت کے چھوٹے چھوٹے فقروں میں نہایت موثر طریقے سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کا موضوع دنیا میں انسان کی، اور انسان کے لیے دنیا کی صحیح حیثیت سمجھانا اور یہ بتانا ہے کہ خدا نے انسان کے لیے سعادت اور شقاوت کے دونوں راستے کھول کر رکھ دیے ہیں، ان کو دیکھنے اور ان پر چلنے کے وسائل بھی اسے فراہم کر دیے ہیں، اور اب یہ انسان کی اپنی کوشش اور محنت پر موقوف ہے کہ وہ سعادت کی راہ پر چل کر اچھے انجام کو پہنچتا ہے یا شقاوت کی راہ اختیار کر کے برے انجام سے دوچار ہوتا ہے۔

سب سے پہلے شہر مکہ اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گزرنے والے مصائب اور پوری اولاد آدم کی حالت کو اس حقیقت پر گواہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے کہ یہ دنیا انسان کے لیے آرام گاہ نہیں ہے جس میں وہ مزے اڑانے کے لیے پیدا کیا گیا ہو، بلکہ یہاں اس کی پیدائش ہی مشقت کی حالت میں ہوئی ہے۔ اس مضمون کو اگر سورہ نجم کی آیت 39 لیس لانس انسان الاماسعی کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس کارگاہ دنیا میں انسان کے مستقبل کا انحصار اس کی سعی و کوشش اور محنت و مشقت پر ہے۔

اس کے بعد انسان کی یہ غلط فہمی دور کی گئی ہے کہ یہاں بس وہی وہ ہے اور اوپر کوئی بالاتر طاقت نہیں ہے جو اس کے کام کی نگرانی کرنے والی اور اس پر مواخذہ کرنے والی ہو۔

پھر انسان کے بہت سے جاہلانہ تصورات میں سے ایک چیز کو بطور مثال لے کر بتایا گیا ہے کہ دنیا میں اس

نے بڑائی اور فضیلت کے کیسے غلط معیار تجویز کر رکھے ہیں۔ جو شخص اپنی کبریائی کی نمائش کے لیے ڈھیروں مال لٹاتا ہے وہ خود بھی اپنی ان شاہ خرچیوں پر فخر کرتا ہے اور لوگ بھی اسے خوب داد دیتے ہیں، حالانکہ جو ہستی اس کے کام کی نگرانی کر رہی ہے وہ یہ دیکھتی ہے کہ اس نے یہ مال کن طریقوں سے حاصل کیا اور کن راستوں میں کس نیت اور کن اغراض کے لیے خرچ کیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو علم کے ذرائع اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں دے کر اس کے سامنے بھلائی اور برائی کے دونوں راستے کھول کر رکھ دیے ہیں۔ ایک راستہ وہ ہے جو اخلاق کی پستیوں کی طرف جاتا ہے اور اس پر جانے کے لیے کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی بلکہ نفس کو خوب لذت حاصل ہوتی ہے۔ دوسرا راستہ اخلاق کی بلندیوں کی طرف جاتا ہے جو ایک دشوار گزار گھاٹی کی طرح ہے کہ اس پر چلنے کے لیے آدمی کو اپنے نفس پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ یہ انسان کی کمزوری ہے کہ وہ اس گھاٹی پر چڑھنے کی بہ نسبت کھڈ میں لڑھکنے کو ترجیح دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ گھاٹی کیا ہے جس سے گزر کر آدمی بلندیوں کی طرف جاسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ریا اور فخر اور نمائش کے خرچ چھوڑ کر آدمی اپنا مال یتیموں اور مسکینوں کی مدد پر خرچ کرے، اللہ اور اس کے دین پر ایمان لائے، اور ایمان لانے والوں کے گروہ میں شامل ہو کر ایک ایسے معاشرے کی تشکیل میں حصہ لے جو صبر کے ساتھ حق پرستی کے تقاضوں کو پورا کرنے والا اور خلق پر رحم کھانے والا ہو۔ اس راستے پر چلنے والوں کا انجام یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رحمتوں کا مستحق ہو، اور اس کے برعکس دوسرا راستہ اختیار کرنے والوں کا انجام دوزخ کی آگ ہے جس سے نکلنے کے سارے دروازے بند ہیں۔

<p>In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.</p>	<p>اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔</p>	<p>بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ</p>
<p>1. Nay, <sup>*1</sup> I swear by this city (Makkah). <sup>*2</sup></p>	<p>نہیں۔ <sup>*1</sup> میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکے) کی۔ <sup>*2</sup></p>	<p>لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ <sup>۱</sup></p>

**\*1** As we have explained in E.N.1 of Surah Al-Qiyamah, to begin a discourse with a Nay and resume it with an oath means that the people were asserting a wrong thing to refute which it was said: Nay, the truth is not that which you seem to assert, but I swear by such and such a thing that the truth is this and this. As for the question what it was to refute which this discourse was sent down, it is indicated by the theme that follows. The disbelievers of Makkah said that there was nothing wrong with the way of life that they were following, as if to say: Eat, drink and be merry for tomorrow we die in the natural process of time. Muhammad (peace be upon him), without any reason, is finding fault with this way of life and warning us that we would at some time in the future be called to account for it and rewarded and punished accordingly.

**\*1** اس سے پہلے ہم سورۃ القیامہ حاشیہ نمبر 1 میں اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ کلام کا آغاز ”نہیں“ سے کرنا اور پھر قسم کھا کر آگے کی بات شروع کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ لوگ کوئی غلط بات کہہ رہے تھے جس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ نہیں، بات وہ نہیں ہے جو تم سمجھے بیٹھے ہو، بلکہ میں فلاں فلاں چیزوں کی قسم کھاتا ہوں کہ اصل بات یہ ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ وہ بات کیا تھی جس کی تردید میں یہ کلام نازل ہوا، تو اس پر بعد کا مضمون خود دلالت کر رہا ہے۔ کھار مکہ یہ کہتے تھے کہ ہم جس طرز زندگی پر چل رہے ہیں اس میں کوئی خرابی نہیں ہے، دنیا کی زندگی بس یہی کچھ ہے کہ کھاؤ پیو، مزے اڑاؤ، اور جب وقت آئے تو مر جاؤ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خواہ مخواہ ہمارے اس طرز زندگی کو غلط ٹھہرا رہے ہیں اور ہمیں ڈرا رہے ہیں کہ اس پر کبھی ہم سے باز پرس ہوگی اور ہمیں جزا و سزا سے سابقہ پیش آنے گا۔

**\*2** This City: the city of Makkah. There was no need here to explain why an oath was being sworn by this City. The people of Makkah were well aware of the background and

importance of their city and knew how in the midst of desolate mountains, in an un-cultivated, barren valley, the Prophet Abraham (peace be upon him) had brought his wife and suckling child and left them there without any support; how he had built a House there and proclaimed to the people to visit it as pilgrims when there was no soul for miles around to hear the proclamation, and then how this city had eventually become the commercial and religious centre of Arabia and was blessed with such sacredness that there was no other place of security beside it in that lawless land for centuries.

**\*2** یعنی شہر مکہ کی۔ اس مقام پر یہ بات کھولنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس شہر کی قسم کیوں کھائی جا رہی ہے۔ اہل مکہ اپنے شہر کا پس منظر خود جانتے تھے کہ کس طرح ایک بے آب و گیاہ وادی میں سنسان پہاڑوں کے درمیان حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ایک بیوی اور ایک شیر خوار بچے کو یہاں لا کر بے سہارا چھوڑا، کس طرح یہاں ایک گھربنا کر ایسی حالت میں حج کی منادی کی جب کہ دور دور تک کوئی اُس منادی کا سننے والا نہ تھا، اور پھر کس طرح یہ شہر آخر کار تمام عرب کا مرکز بنا اور ایسا حرم قرار پایا کہ صدہا برس تک عرب کی سرزمین بے آئین میں اس کے سوا امن کا کوئی مقام نہ تھا۔

2. And you (O prophet) are a dweller in this city. \*3

اور تم (نبی ﷺ) تو رہتے ہو اسی شہر میں۔ \*3

وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۖ

**\*3** Three meanings of the words in the text have been given by the commentators:

- (1) That you are a resident of this city and your residence here has further enhanced the glory of this city.
- (2) That although this city is a sanctuary; a time will come when for some time it will become lawful for you to fight

and kill the enemies of the true faith here.

(3) That in this city where even killing of animals and cutting of trees is forbidden for the people of Arabia, and where everyone is living in perfect peace, you, O Prophet, have no peace, and persecuting you and devising plans to kill you has been made lawful. Although the words are comprehensive enough to cover all the three meanings, yet when the theme that follows is considered, one feels that the first two meanings bear no relevance to it, and only the third meaning seems to be correct.

**3\*** اصل میں الفاظ میں اَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِؑ اس کے تین معنی مفسرین نے بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں اور آپ کے مقیم ہونے سے اس کی عظمت میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ یہ شہر حرم ہے مگر ایک وقت آنے گا جب کچھ دیر کے لیے یہاں جنگ کرنا اور دشمنانِ دین کو قتل کرنا آپ کے لیے حلال ہو جائے گا۔ تیسرے یہ کہ اس شہر میں جنگل کے جانوروں تک کو مارنا اور درختوں تک کو کاٹنا اہل عرب کے نزدیک حرام ہے اور ہر ایک کو یہاں امن میسر ہے، لیکن حال یہ ہو گیا ہے کہ اے نبیؐ، تمہیں یہاں کوئی امن نصیب نہیں، تمہیں ستانا اور تمہارے قتل کی تدبیریں کرنا حلال کر لیا گیا ہے۔ اگرچہ الفاظ میں تینوں معنوں کی گنجائش ہے، لیکن جب ہم آگے کے مضمون پر غور کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ پہلے دو معنی اُس سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور تیسرا مفہوم ہی اُس سے میل کھاتا ہے۔

**3. And (by) the father and that of his child. \*4**

اور (قسم) باپ کی اور اسکی اولاد کی \*4

وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ

**\*4** As the words “father and children he begot” have been used indefinitely, and this is followed by the mention of man, father could only imply Adam (peace be upon him) and children the human beings who existed in the world, exist today and will exist in the future.



4\* چونکہ مطلقاً باپ اور اُس سے پیدا ہونے والی اولاد کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور آگے انسان کا ذکر کیا گیا ہے، اس لیے باپ سے مراد آدم علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں، اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد سے مراد وہ تمام انسان ہیں جو دنیا میں پائے گئے ہیں، اب پائے جاتے ہیں اور آئندہ پائے جائیں گے۔

4. **Indeed, We have created man in hardship.** \*5

بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو  
مشقت میں - \*5

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي  
كَبَدٍ ط

\*5 This is that for which the oaths as mentioned above have been sworn. Man's being created in toil means that man in this world has not been created to enjoy himself and live a life of ease and comfort, but the world for him is a place of enduring and undergoing toil, labor and hardship, and no man can be immune from this. The city of Makkah is a witness that a servant of Allah toiled and struggled hard, then only did it become a city and the centre of Arabia. In this city of Makkah the condition of Muhammad (peace be upon him) is a witness that he is enduring every kind of hardship for the sake of a mission; so much so that there is full peace here for the wild animals but no peace for him. Then, every man's survival, from the time he is conceived in the mother's womb till the last breath of life, is a witness that he has to pass through trouble, toil, labor, dangers and hardships at every step. The most fortunate of us is also exposed to grave dangers of death before birth or of elimination by abortion while in the mother's womb. At birth he is only a hair-breadth away from death. After birth he is so helpless that had there not been somebody to look after him, he would perish uncared for and unnoticed. When he became able to walk he stumbled at every

step. From childhood to youth and old age he had to pass through such physical changes that if any change had taken a wrong turn, his very life would have been at stake. Even if he is a king or a dictator, at no time he enjoys internal peace from the fear that a rebellion might arise against him somewhere. Even if he is a conqueror he is never at peace from the danger that one of his generals might rise in revolt against him. Even if he is a Korah of his time, he is ever anxious to increase his wealth and to safeguard it. Thus, there is no one who may be enjoying perfect peace freely and without hesitation, for man indeed has been created into a life of toil and trouble.

**5\*** یہ ہے وہ بات جس پر قسمیں کھائی گئی ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ انسان کے مشقت میں پیدا کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں مزے کرنے اور چین کی بنسری بجانے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اُس کے لیے یہ دنیا محنت اور مشقت اور سختیاں جھیلنے کی جگہ ہے اور کوئی انسان بھی اس حالت سے گزرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ شہر مکہ گواہ ہے کہ کسی اللہ کے بندے نے اپنی جان کھپائی تھی تب یہ بسا اور عرب کا مرکز بنا۔ اس شہر مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت گواہ ہے کہ وہ ایک مقصد کے لیے طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کر رہے ہیں، حتیٰ کہ یہاں جنگل کے جانوروں کے لیے امان ہے مگر اُن کے لیے نہیں ہے۔ اور ہر انسان کی زندگی ماں کے پیٹ میں لطفہ قرار پانے سے لے کر موت کے آخری سانس تک اس بات کی گواہ ہے کہ اُس کو قدم قدم پر تکلیف، مشقت، محنت، خطرات اور شدائد کے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جس کو تم بڑی سے بڑی قابل رشک حالت میں دیکھتے ہو وہ بھی جب ماں کے پیٹ میں تھا تو ہر وقت اس خطرے میں مبتلا تھا کہ اندر ہی مر جائے یا اُس کا اسقاط ہو جائے۔ زہگی کے وقت اُس کی موت اور زندگی کے درمیان بال بھر سے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ پیدا ہوا تو اتنا بے بس تھا کہ کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ ہوتا تو پڑے پڑے ہی سسک سسک کر مر جاتا۔ چلنے کے قابل ہوا تو قدم قدم پر گرا پڑتا تھا۔ بچپن سے جوانی اور

بڑھاپے تک ایسے ایسے جسمانی تغیرات سے اس کو گزرنا پڑا کہ کوئی تغیر بھی اگر غلط سمت میں ہو جاتا تو اس کی جان کے لالے پڑ جاتے۔ وہ اگر بادشاہ یا ڈکٹیٹر بھی ہے تو کسی وقت اس اندیشے سے اُس کو چین نصیب نہیں ہے کہ کہیں اس کے خلاف کوئی سازش نہ ہو جائے۔ وہ اگر فاتح عالم بھی ہے تو کسی وقت اس خطرے سے امن میں نہیں ہے کہ اس کے اپنے سپہ سالاروں میں سے کوئی بغاوت نہ کر بیٹھے۔ وہ اگر اپنے وقت کا قارون بھی ہے تو اس فکر میں ہر وقت غلطاں وہیچاں ہے کہ اپنی دولت کیسے بڑھائے اور کس طرح اس کی حفاظت کرے۔ غرض کوئی شخص بھی بے غل و غش چین کی نعمت سے بہرہ مند نہیں ہے، کیونکہ انسان پیدا ہی مشقت میں کیا گیا ہے۔

5. Does he think that never will have power over him, anyone. \*6

کیا وہ خیال کرتا ہے کہ ہرگز نہ قابو پائے گا اس پر کوئی۔ \*6

أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يُقَدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ

\*6 That is, is man, who is ever exposed to such hazards, involved in the delusion that he can do what he likes, and there is no superior power to seize and suppress him? The fact, however, is that even before the occurrence of the Hereafter in this world itself, he sees that his destiny every moment is being ruled by some other Being against Whose decrees all his plans and designs prove ineffective. A single jolt of the earthquake, a blast of wind, a flood in the river and a sea-storm are enough to show how weak and feeble man is against the divine forces. A sudden accident can reduce a strong and robust person to a cripple; one turn of the fortune deposes a mighty sovereign from the position of authority. When the fortunes of the nations, which have climbed to the very apex of glory and prosperity, change, they are humiliated and disgraced even in the world where

no one could dare look at them in the face. How has then this man been deluded into thinking that no one else can have power over him.

**6\*** یعنی کیا یہ انسان جو ان حالات میں گھرا ہوا ہے، اس غرے میں مبتلا ہے کہ وہ دنیا میں جو کچھ چاہے کرے، کوئی بالاتر اقدار اُس کو پکڑنے اور اس کا سر نیچے کر دینے والا نہیں ہے؟ حالانکہ آخرت سے پہلے خود اس دنیا میں بھی ہر آن وہ دیکھ رہا ہے کہ اُس کی تقدیر پر کسی اور کی فرمانروائی قائم ہے جس کے فیصلوں کے آگے اس کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ زلزلے کا ایک جھٹکا، ہوا کا ایک طوفان، دریاؤں اور سمندروں کی ایک طغیانی اُسے یہ بتا دینے کے لیے کافی ہے کہ خدائی طاقتوں کے مقابلے میں وہ کتنا بل بوتہ رکھتا ہے۔ ایک اچانک حادثہ اچھے خاصے بھلے چنگے انسان کو اپنا بیچ بنا کر رکھ دیتا ہے۔ تقدیر کا ایک پلٹا بڑے سے بڑے بااقدار آدمی کو عرش سے فرش پر لا گراتا ہے۔ عروج کے آسمان پر پہنچی ہوئی قوموں کی قسمتیں جب بدلتی ہیں تو وہ اُسی دنیا میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتی ہیں جہاں کوئی اُن سے اُنکھ ملانے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ اِس انسان کے دماغ میں آخر کہاں سے یہ ہوا بھر گئی کہ کسی کا اس پر بس نہیں چل سکتا؟

6. He says, "I have squandered wealth in heaps." \*7

کہتا ہے کہ میں نے اڑادیا مال ڈھیروں۔ \*7

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا



**\*7 Literally:** I have destroyed heaps of wealth, i.e. squandered and wasted it. These words show how proud the speaker was of his wealth. The heaps of wealth, that he spent was so insignificant as against his total wealth that he did not mind squandering it carelessly. And to what purpose did he squander it? Not for a genuine, good cause as becomes evident from the following verses, but for display of his wealth and expression of his pride and glory. Bestowing rich awards on poetic admirers, inviting and feeding hundreds of thousands of people on marriage and

death ceremonies, gambling away heaps of wealth, attending festivals with large entourages, trying to excel others in display of glory and grandeur, having heaps of food cooked on ceremonial occasions and throwing invitations to all and sundry to come and eat, or arranging and supplying running meals at the residence so as to impress the people around with one's generosity and large heartedness; such were the expenditures of ostentation, which in the days of ignorance were regarded as a symbol of man's munificence and magnanimity, and a sign of his greatness. For these they were praised and admired; on these their praises were sung; and on account of these they prided themselves against the less fortunate.

7\* اَنْفَقْتُ مَالًا لُّبَدًا ”میں نے ڈھیر سا مال خرچ کر دیا“ نہیں کہا بلکہ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا کہا جس کے لفظی معنی ہیں ”میں نے ڈھیر سا مال ہلاک کر دیا“، یعنی لٹا دیا، یا اڑا دیا۔ یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ کہنے والے کو اپنی مال داری پر کتنا فخر تھا کہ جو ڈھیر سا مال اُس نے خرچ کیا وہ اُس کی مجموعی دولت کے مقابلے میں اتنا ہیچ تھا کہ اس کے لٹا دینے یا اڑا دینے کی اُسے کوئی پروا نہ تھی۔ اور یہ مال اڑا دینا تھا کس مد میں؟ کسی حقیقی نیکی کے کام میں نہیں، جیسا کہ آگے کی آیات سے خود بخود مترشح ہوتا ہے، بلکہ اپنی دولت مندی کی نمائش اور اپنے فخر اور اپنی بڑائی کے اظہار میں۔ قصیدہ گو شاعروں کو بھاری انعامات دینا۔ شادی اور غمی کی رسموں میں سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کی دعوت کر ڈالنا۔ جوئے میں ڈھیروں دولت ہار دینا۔ جو اجیت جانے پر اونٹ کاٹنا اور خوب یار دوستوں کو کھلانا۔ میلوں میں بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ جانا اور دوسرے سرداروں سے بڑھ کر شان و شوکت کا مظاہرہ کرنا۔ تقریبات میں بے تحاشا کھانے پکوانا اور اذن عام دے دینا کہ جس کا جی چاہے آئے اور کھائے، یا اپنے ڈیرے پر کھلا لنگر جاری رکھنا کہ دور دور تک یہ شہرت ہو جائے کہ فلاں رئیس کا دسترخوان بڑا وسیع ہے۔ یہ اور ایسے ہی دوسرے نمائشی اخراجات تھے جنہیں جاہلیت میں آدمی کی فیاضی اور فراخ دلی کی علامت اور اس کی بڑائی کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ انہی پر ان کی تعریفوں کے ڈنکے بجاتے تھے۔ انہی پر ان کی مدح کیے

قصیدے پڑھے جاتے تھے۔ اور وہ خود بھی ان پر دوسروں کے مقابلے میں اپنا فخر جتاتے تھے۔

7. Does he think that has not seen him, anyone. \*8

کیا اسے گمان ہے کہ نہیں دیکھا اسکو کسی نے۔ \*8

أَيُّحَسِبُ أَنْ لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ



\*8 That is, doesn't this boaster understand that there is also a God above him, Who sees by what means he obtained this wealth, in what ways he spent it, and with what intention, motive, and purpose he did all this? Does he think that God will put any value on his extravagance, his fame-mongering and his boasting. Does he think that like the world, God too will be deluded by it.

\*8 یعنی کیا یہ فخر جتانے والا یہ نہیں سمجھتا کہ اوپر کوئی خدا بھی ہے جو دیکھ رہا ہے کہ کن ذرائع سے اس نے یہ دولت حاصل کی، کن کاموں میں اسے کھپایا، اور کس نیت، کن اغراض اور کن مقاصد کے لیے اس نے یہ سارے کام کیے؟ کیا وہ سمجھتا ہے کہ خدا کے ہاں اس فضول خرچی، اس شہرت طلبی اور اس تفاخر کی کوئی قدر ہوگی؟ کیا اس کا خیال ہے کہ دنیا کی طرح خدا بھی اس سے دھوکا کھا جائے گا؟

8. Have We not made for him two eyes.

کیا نہیں دیں ہم نے اسکو دو آنکھیں۔

أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ

9. And a tongue and two lips. \*9

اور زبان اور دو ہونٹ۔ \*9

وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ

\*9 That is, have We not given him the means of obtaining knowledge and wisdom? Two eyes does not imply the eyes of the cow and buffalo, but human eyes, which if used intelligently can help man see all around himself those signs which lead to the reality and distinguish the right from the wrong. The tongue and lips do not merely imply the

instruments of speech but the rational mind behind these instruments which performs the functions of thinking and understanding and then uses them for expressing its ideas, motives and designs.

9\* مطلب یہ ہے کہ کیا ہم نے اُسے علم اور عقل کے ذرائع نہیں دیے؟ دو آنکھوں سے مراد گانے بھینس کی آنکھیں نہیں بلکہ وہ انسانی آنکھیں ہیں جنہیں کھول کر آدمی دیکھے تو اُسے ہر طرف وہ نشانات نظر آئیں جو حقیقت کا پتہ دیتے ہیں اور صحیح و غلط کا فرق سمجھاتے ہیں۔ زبان اور ہونٹوں سے مراد محض بولنے کے آلات نہیں ہیں بلکہ نفسِ ناطقہ ہے جو ان آلات کی پشت پر سوچنے سمجھنے کا کام کرتا ہے اور پھر ان سے اظہارِ مافی الضمیر کا کام لیتا ہے۔

10. And We have shown him the two ways (of good and evil).<sup>\*10</sup>

اور دکھا دیئے ہم نے اسکو دونوں راستے (خیر و شر کے)۔<sup>\*10</sup>

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ

\*10 That is, We have not left him alone after granting him the faculties of thinking and reasoning so that he may have to search out his own way, but We have also guided him and opened up before him both the highways of good and evil, virtue and vice, so that he may consider them seriously and choose and adopt one or the other way on his own responsibility. This same subject has been expressed in Surah Ad-Dahr, Ayat 2-3, thus: Indeed We created man from a mixed sperm-drop, to try him, and so We made him capable of hearing and seeing. We showed him the way, whether to be grateful or disbelieving. For explanation, see E.Ns 3 to 5 of Surah Ad-Dahr.

10\* یعنی ہم نے محض عقل و فکر کی طاقتیں عطا کر کے اسے چھوڑ نہیں دیا کہ اپنا راستہ خود تلاش کرے،

بلکہ اس کی رہنمائی بھی کی اور اس کے سامنے بھلائی اور برائی، نیکی اور بدی کے دونوں راستے نمایاں کر کے رکھ دیے تاکہ وہ خوب سوچ سمجھ کر ان میں سے جس کو چاہے اپنے ذمہ داری پر اختیار کر لے۔ یہ وہی بات ہے جو سورہ دھر میں فرمائی گئی ہے کہ ”ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اُسے راستہ دکھا دیا خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا“ (آیات ۲-۳)۔ تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد ششم، الدھر، حواشی ۳ تا ۵۔

11. But he has not attempted the steep pass. \*11

مگر نہ گذرا وہ دشوار گھاٹی پر سے \*11

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ

\*11 The words in the original are: *fa-laqtaham-al-aqabah*. *Iqtiham* means to apply oneself to a hard and toilsome task, and *aqabah* is the steep path that passes through mountains for ascending heights. Thus, the verse means: One of the two paths that We have shown him, leads to heights but is toilsome and steep; man has to tread it against the desires of his self and the temptations of Satan. The other path is easy which descends into chasms, but does not require any toil from man; one only needs to give free reins to himself, then he automatically goes on rolling down the abyss. Now, the man to whom We had shown both the paths, adopted the easy down-hill path and abandoned the toilsome path, which leads to the heights.

\*11 اصل الفاظ ہیں فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ۔ اِقْتِحَام کے معنی ہیں اپنے آپ کو کسی سخت اور مشقت طلب کام میں ڈالنا۔ اور عقبہ اُس دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں جو بلندی پر جانے کے لیے پہاڑوں میں سے گزرتا ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو راستے جو ہم نے اُسے دکھائے ان میں سے ایک بلندی کی طرف جاتا ہے مگر مشقت طلب اور دشوار گزار ہے۔ اُس میں آدمی کو اپنے نفس اور اس کی خواہشوں سے اور شیطان کی



ترغیبات سے لڑ کر چلنا پڑتا ہے۔ اور دوسرا آسان راستہ ہے جو کھڈوں میں اُترتا ہے، مگر اس سے پستی کی طرف جانے کے لیے کسی محنت کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ بس اپنے نفس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دینا کافی ہے، پھر آدمی خود نشیب کی طرف لڑھکتا چلا جاتا ہے۔ اب یہ آدمی جس کو ہم نے دونوں راستے دکھا دیے تھے، اس نے ان میں سے پستی کی جانب جانے والے راستے کو اختیار کر لیا اور اُس مشقت طلب راستے کو چھوڑ دیا جو بلندی کی طرف جانے والا ہے۔

12. And what do you know what is the steep pass.

اور کیا تم جانو کہ کیا ہے دشوار گھاٹی

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲

13. The freeing of a neck from bondage.

پھرانا کسی اسیر کی گردن کا۔

فَلِكِ رَقَبَةٍ ۝۱۳

14. Or feeding on a day of severe hunger.

یا کھانا کھلانا فاتے کے دن میں۔

أَوْ إِطْعَمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝۱۴

15. An orphan near of kin.

یتیم کو جو رشتہ دار ہو۔

يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵

16. Or a needy lying in the dust. \*12

یا نادار کو مٹی میں پڑے ہوئے

أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶

\*12 Since in the foregoing verses the extravagances of man which he indulges in for ostentation and expression of superiority to others, have been mentioned, now here it is being stated as to what expenditure of wealth it is which leads man up to moral heights instead of causing him to sink into moral depravity and perversion. But in this there is no enjoyment for the self; on the contrary, man has to exercise self-restraints and make sacrifices. The

expenditure is that one should set a slave free, or should render a slave monetary help so as to enable him to win his freedom by paying the ransom, or free a debtor from his debt, or secure release of a helpless person without means from penalties. Likewise, the expenditure is that one should feed a nearly related orphan (i.e. an orphan who is either a relative or a neighbor) who is hungry, and a needy, helpless person who might have been reduced to extreme poverty and might have none to support and help him. Helping such people does not win a person fame and reputation, nor feeding them brings him the admiration for being wealthy and generous which one usually wins by holding banquets to thousands of well-to-do people. But the path to moral and spiritual heights passes on steep uphill roads only. Great merits of the acts of virtue mentioned in these verses have been described by the Prophet (peace be upon him). For instance, about *fakku raqabah* (freeing a neck from bondage) many ahadith have been related in the traditions, one of which is a tradition from Abu Hurairah, to the effect, The Prophet (peace be upon him) said: The person who set a believing slave free, Allah will save from fire of Hell every limb of his body in lieu of every limb of the slave's body, the hand in lieu of the hand, the foot in lieu of the foot, the private parts in lieu of the private parts. (Musnad, Ahmad, Bukhari. Muslim, Tirmidhi, Nasai). Ali bin Husain (Zain al-Abedin) asked Saad bin Marjanah, the reporter of this Hadith: Did you hear it yourself from Abu Hurairah? When he replied in the affirmative, Zain al-Abedin called out his most valuable slave and set him free

there and then. According to Muslim, he had an offer of ten thousand dirhams for the slave. On the basis of this verse, Imam Abu Hanifah and Imam Shafi have ruled: Setting a slave free is superior to giving away charity, for Allah has mentioned it before the mention of charity.

The Prophet (peace be upon him) has mentioned the merits of rendering help to the needy in many ahadith, one of which is this Hadith from Abu Hurairah: The Prophet (peace be upon him) said: The one who strives in the cause of rendering help to the widow and the needy is like the one who endeavors and strives in the cause of jihad for the sake of Allah. And Abu Hurairah says, I think that the Prophet (peace be upon him) also said: He is even like him who keeps standing up in the Prayer constantly, without ever taking rest, and like him who observes the fast continuously without ever breaking it: (Bukhari, Muslim).

As for the orphans, there are numerous sayings reported from the Prophet (peace be upon him). Sahl bin Saad has reported, The Prophet (peace be upon him) said: I and the one who supports a nearly related of un-related orphan, shall stand in Paradise like this, saying this he raised his index finger and the middle finger, keeping them a little apart. (Bukhari). Abu Hurairah has reported this saying of the Prophet (peace be upon him): The best among the Muslim homes is the home wherein an orphan is treated well and the worst the one wherein an orphan is mistreated. (Ibn Majah, Bukhari in Al-Adab al-Mufrad). Abu Umamah says that the Prophet (peace be upon him) said: The one who passed his hand on the head of an orphan,

only for the sake of Allah, will have as many acts of virtue recorded in his favor as the number of the hair on which his hand passed, and the one who treated an orphan boy or girl well, will stand in Paradise with me like this, saying this the Prophet (peace be upon him) joined his two fingers together. (Musnad Ahmad, Tirmidhi). Ibn Abbas says, the Prophet (peace be upon him) said: The one who made an orphan join him in eating and drinking, Allah will make Paradise obligatory for him unless he commits a sin which cannot be forgiven. (Sharh as-Sunnah). Abu Hurairah says: A man complained before the Prophet (peace be upon him), saying: I am hard-hearted. The Prophet (peace be upon him) said to him: Treat the orphan with kindness and love and feed the needy one. (Musnad Ahmad).

**12\*** اوپر چونکہ اُس کی فضول خرچیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ اپنی بڑائی کی نمائش اور لوگوں پر اپنا فخر جتانے کے لیے کرتا ہے، اس لیے اب اس کے مقابلے میں بتایا گیا ہے کہ وہ کونسا خرچ اور مال کا کون سا مصرف ہے جو اخلاق کی پستیوں میں گرانے کے بجائے آدمی کو بلندیوں کی طرف لے جاتا ہے، مگر اُس میں نفس کی کوئی لذت نہیں ہے بلکہ آدمی کو اس کے لیے اپنے نفس پر جبر کر کے ایثار اور قربانی سے کام لینا پڑتا ہے۔ وہ خرچ یہ ہے کہ آدمی کسی غلام کو خود آزاد کرے، یا اس کی مالی مدد کرے تاکہ وہ اپنا فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کر لے، یا کسی غریب کی گردن قرض کے جال سے نکالے، یا کوئی بے وسیلہ آدمی اگر تاوان کے بوجھ سے لد گیا ہو تو اس کی جان اُس سے چھڑائے۔ اسی طرح وہ خرچ یہ ہے کہ آدمی بھوک کی حالت میں کسی قریبی یتیم (یعنی رشتہ دار یا پرہوسی یتیم) اور کسی ایسے بے کس محتاج کو کھانا کھلانے جسے غربت و افلاس کی شدت نے خاک میں ملا دیا ہو اور جس کی دستگیری کرنے والا کوئی نہ ہو۔ ایسے لوگوں کی مدد سے آدمی کی شہرت کے ڈنکے تو نہیں بجتے اور نہ ان کو کھلا کر آدمی کی دولت مندی اور دریا دلی کے وہ پتے چھوٹے ہیں جو ہزاروں کھاتے پیتے لوگوں کی شاندار دعوتیں کرنے سے ہوا کرتے ہیں، مگر اخلاق کی بلندیوں کی طرف جانے کا راستہ اسی دشوار گزار

گھائی سے ہو کر گزرتا ہے۔

ان آیات میں نیکی کے جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے بڑے فضائل رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً فَكُ رَقَبَةً (گردن پھڑانے) کے بارے میں حضور کی بکثرت احادیث روایات میں نقل ہوئی ہیں جن میں سے ایک حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت ہے کہ حضور نے فرمایا جس شخص نے ایک مومن غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اُس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے شخص کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے بچالے گا، ہاتھ کے بدلے میں ہاتھ، پاؤں کے بدلے میں پاؤں، شرمگاہ کے بدلے میں شرمگاہ (مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)۔ حضرت علی بن حسینؓ (امام زین العابدین) نے اس حدیث کے راوی سعد بن مرجانہ سے پوچھا کیا تم نے ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث خود سنی ہے؟ انہوں نے کہاں ہاں۔ اس پر امام زین العابدین نے اپنے سب سے زیادہ قیمتی غلام کو بلایا اور اسی وقت اسے آزاد کر دیا۔ مسلم میں بیان کیا گیا ہے کہ اس غلام کے لیے اُن کو دس ہزار درہم قیمت مل رہی تھی۔ امام ابو حنیفہ اور امام شعبی نے اسی آیت کی بنا پر کہا ہے کہ غلام آزاد کرنا صدقے سے افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر صدقے پر مقدم رکھا ہے۔

مساکین کی مدد کے فضائل بھی حضور نے بکثرت احادیث میں ارشاد فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا السَّاعِي عَلَى الْارْمَلِ وَالْمَسْكِينِ كَالسَّاعِي فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاحْسِبْهُ قَالَ كَالْقَائِمِ لَا يَفْتَرِدُ كَالصَّائِمِ لَا يَفْطُرُ ”بیوہ اور مسکین کی مدد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہے جیسے جہاد فی سبیل اللہ میں دوڑ دھوپ کرنے والا۔ (اور حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ) مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ حضور نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو نماز میں کھڑا رہے اور آرام نہ لے اور وہ جو پے درپے روزے رکھے اور کبھی روزہ نہ چھوڑے“ (بخاری و مسلم)۔

پیامی کے بارے میں تو حضور کے بے شمار ارشادات ہیں۔ حضرت سہل بن سعد کی روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور وہ شخص جو کسی رشتہ دار یا غیر رشتہ دار یتیم کی کفالت کرے، جنت

میں اس طرح ہوں گے۔ یہ فرما کر آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو اٹھا کر دکھایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا“ (بخاری)۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ”مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے نیک سلوک ہو رہا ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے برا سلوک ہو رہا ہو“ (ابن ماجہ۔ بخاری فی الادب المفرد)۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ”جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور محض اللہ کی خاطر پھیرا اُس بچے کے ہر بال کے بدلے جس پر اس شخص کا ہاتھ گزرا اُس کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی، اور جس نے کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ نیک برتاؤ کیا وہ اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ اور یہ فرما کر حضورؐ نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر بتائیں (مسند احمد۔ ترمذی)۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ سرکارِ رسالتؐ نے ارشاد فرمایا ”جس نے کسی یتیم کو اپنے کھانے اور پینے میں شامل کیا اللہ نے اس کے لیے جنت واجب کر دی الا یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کر بیٹھا ہو جو معاف نہیں کیا جا سکتا“ (شرح السنہ)۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میرا دل سخت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ”یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھانا کھلا“ (مسند احمد)۔

17. Then being of those who believed and enjoined to patience, and advised to mercy. \*14

پھر وہ ہوا ان میں جو ایمان لائے \*13 اور نصیحت کی صبر کی اور تلقین کی مہربانی کی۔ \*14

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝

\*13 That is, in addition to these qualities it is essential that one should be a believer, for without faith no act is an act of virtue, nor acceptable in the sight of Allah. At numerous places in the Quran it has been stated that only such an act of virtue is appreciable and becomes a means of salvation as is accompanied by faith. In Surah An-Nisa, for example,

it has been said: The one who does good deeds, whether man or woman, provided that the one is a believer, will enter Paradise (verse 124). In Surah An-Nahl: Whosoever does righteous deeds, whether male or female, provided that he is a believer, We shall surely grant him to live a pure life in this world, and We will reward such people (in the Hereafter) according to their best deeds (verse 97). In Surah Al-Momin: Whoever does good, whether man or woman, provided that he is a believer, all such people shall enter Paradise wherein they shall be provided without measure. (verse 4). Whoever studies the Quran, will see that in this Book wherever the good reward of a righteous act has been mentioned, it has always been made conditional upon the faith, a good act without faith has nowhere been regarded as acceptable to God, nor has any hope been given for a reward for it.

Here, the following important point should also not remain hidden from view: In this verse it has not been said: Then he believed, but: Then being among those who have believed. This means that mere believing as an individual and remaining content with it is not what is desired; what is desired is that every new believer should join those who have already believed so as to form a party of the believers, to bring about a believing society, which should work for establishing the virtues and wiping out the vices as demanded by the faith.

13\* یعنی ان اوصاف کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ آدمی مومن ہو، کیونکہ ایمان کے بغیر نہ کوئی عملِ عملِ صالح ہے اور نہ اللہ کے ہاں وہ مقبول ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر اس کی تصریح کی گئی ہے کہ

نیکی وہی قابلِ قدر اور ذریعہ نجات ہے جو ایمان کے ساتھ ہو۔ مثلاً سورہ نساء میں فرمایا جو نیک اعمال کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور ہو وہ مومن، تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے“ (آیت ۱۲۴)۔ سورہ نحل میں فرمایا ”جو نیک عمل کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور ہو وہ مومن، تو ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور ایسے لوگوں کو اُن کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق عطا کریں گے“ (آیت ۹۷)۔ سورہ مومن میں فرمایا ”اور جو نیک عمل کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور ہو وہ مومن، ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں اُن کو بے حساب رزق دیا جائے گا“ (آیت ۴۰)۔ قرآن پاک کا جو شخص بھی مطالعہ کرے گا وہ یہ دیکھے گا کہ اس کتاب میں جہاں بھی عملِ صالح کے اجر اور اس کی جزائے خیر کا ذکر کیا گیا ہے وہاں لازماً اُس کے ساتھ ایمان کی شرط لگی ہوتی ہے۔ عمل بلا ایمان کو ہمیں بھی خدا کے ہاں مقبول نہیں قرار دیا گیا ہے اور نہ اس پر کسی اجر کی امید دلائی گئی ہے۔

اس مقام پر یہ اہم نکتہ بھی نگاہ سے مخفی نہ رہنا چاہیے کہ آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ ”پھر وہ ایمان لایا“ بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ ”پھر وہ اُن لوگوں میں شامل ہوا جو ایمان لائے“۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ محض ایک فرد کی حیثیت سے اپنی جگہ ایمان لا کر رہ جانا مطلوب نہیں ہے، بلکہ یہ ہے کہ ہر ایمان لانے والا اُن دوسرے لوگوں کے ساتھ مل جائے جو ایمان لائے ہیں تاکہ اس سے اہل ایمان کی ایک جماعت بنے، ایک مومن معاشرہ وجود میں آئے، اور اجتماعی طور پر اُن بھلائیوں کو قائم کیا جائے جن کا قائم کرنا، اور اُن برائیوں کو مٹایا جائے جن کا مٹانا ایمان کا تقاضا ہے۔

**\*14** These are two of the important characteristics of the believing society, which have been expressed in two brief sentences. The first characteristic is that its members should exhort one another to patience, and the second that they should exhort one another to compassion and mercy. As for patience, we have explained at many places that in view of the extensive meaning in which the Quran has used this word, the entire life of a believer is a life of patience. As soon as a man steps on to the path of the faith, test of his



patience starts. Patience is required to be exercised in performing the acts of worship enjoined by Allah; patience is needed in carrying out the commands of Allah; abstention from the things forbidden by Allah is not possible without patience; patience is needed in abandoning the moral evils and in adopting the pure morals. Temptations to sin faced at every step can be resisted only by recourse to patience. On countless occasions in life obedience to God's law entails losses, troubles, hardships and deprivations, and disobedience to the law seems to bring benefits and pleasures. Without patience no believer can fare well on such occasions. Then, as soon as a believer has adopted the way of the faith, he has to meet with resistance not only from his own self and personal desires but also from his children, family, society, country and nation, so much so that he is even required to abandon his country and undertake Jihad in the cause of God. Under all these conditions only the quality of patience can cause a man to remain steadfast to principles. Now, obviously, if every believer individually was put to such a hard test, he would be faced with the danger of defeat at every step and would hardly be able to pass through the test successfully. On the contrary, if there existed a believing society, every member of which was not only himself possessed of patience but all its members also were supporting one another mutually in the test of patience, successes would fall to its lot, a tremendous power would be generated to face the evil, a mighty force of good individuals would be ready to help bring the entire society on to the path of

virtue and righteousness.

As for mercy and compassion, it is the distinctive feature of the society of believers that they are not a merciless and unjust people but a society whose members are merciful and compassionate to humanity at large and sympathetic and friendly among themselves. A believer as an individual is an embodiment of Allah's quality of mercy and the group of the believers as a party also is a representative of Allah's Messenger (peace be upon him), who has been described thus: O Muhammad (peace be upon him), We have sent you to be a real blessing for the people of the world. (Surah Al-Anbiya, Ayat 107). The highest moral quality which the Messenger (peace be upon him) tried his utmost to inculcate among his followers was this very quality of mercy. Consider the following of his sayings, which show what importance he attached to it.

Jarir bin Abdullah says that the Messenger (peace be upon him) said: Allah does not show mercy to him who does not show mercy to others. (Bukhari, Muslim).

Abdullah bin Amr bin al-aas says that the Prophet (peace be upon him) said: The Rahman (Merciful) shows mercy to those who show mercy (to others). Show mercy to those who live on the earth, the One who is in heaven will show mercy to you. (Abu Daud, Tirmidhi).

Abu Saeed Khudri has reported that the Prophet (peace be upon him) said: The one who does not show mercy, is not shown mercy. (Bukhari in Al-Adab al-Mufrad).

Ibn Abbas says that the Prophet (peace be upon him) said: The one who does not treat our young ones mercifully and

does not treat our elderly ones respectfully, does not belong to us. (Tirmidhi).

Abu Daud has related this same saying of the Prophet (peace be upon him) on the authority of Abdullah bin Amr, thus: The one who did not feel pity on our young and did not respect our elderly does not belong to us.

Abu Hurairah says: I have heard Abul-Qasim, the truthful (peace be upon him), say: The heart of the wretched one is deprived of the quality of mercy altogether. (Musnad Ahmad, Tirmidhi).

Iyad bin Himad relates that the Prophet (peace be upon him) said: Three kinds of men belong to Paradise, one of whom is the person who is kind and compassionate to every relative and every Muslim. (Muslim).

Numan bin Bashir has reported that the Prophet (peace be upon him) said: You will find the believers like a body in the matter of mutual kindness, love and sympathy, so that if one part of the body suffers the whole body suffers and becomes restless because of it. (Bukhari, Muslim).

Abu Musa al-ashari says that the Prophet (peace be upon him) said: The believer is for the other believer like a wall each part of which supports and strengthens the other part. (Bukhari, Muslim).

Abdullah bin Umar has reported that the Prophet said: A Muslim is a brother of the other Muslim: neither treats him unjustly, nor withholds his help from him. The person who works to fulfill a need of his brother, Allah will seek to fulfill his need; and the one who rescues a Muslim from an affliction, Allah will rescue him from an affliction of the

afflictions of the Resurrection Day; and the one who conceals the fault of a Muslim, Allah will conceal his fault on the Resurrection Day. (Bukhari, Muslim). These traditions indicate what kind of a society is envisaged by the Quranic instruction given in this verse, which exhorts the righteous people to join the group of the believers after they have affirmed the faith.

**14\*** یہ مومن معاشرے کی دو اہم خصوصیات ہیں جن کو دو مختصر فقروں میں بیان کر دیا گیا ہے۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اُس کے افراد ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کریں۔ اور دوسری یہ کہ وہ ایک دوسرے کو رحم کی تلقین کریں۔

جہاں تک صبر کا تعلق ہے، ہم اس سے پہلے بارہا اس امر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ قرآن مجید جس وسیع مفہوم میں اس لفظ کو استعمال کرتا ہے اُس کے لحاظ سے مومن کی پوری زندگی صبر کی زندگی ہے، اور ایمان کے راستے پر قدم رکھتے ہی آدمی کے صبر کا امتحان شروع ہو جاتا ہے۔ خدا کی فرض کردہ عبادتوں کے انجام دینے میں صبر درکار ہے۔ خدا کے احکام کی اطاعت و پیروی میں صبر کی ضرورت ہے۔ خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا صبر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اخلاق کی برائیوں کو چھوڑنا اور پاکیزہ اخلاق اختیار کرنا صبر چاہتا ہے۔ قدم قدم پر گناہوں کی ترغیبات سامنے آتی ہیں جن کا مقابلہ صبر ہی سے ہو سکتا ہے۔ بے شمار مواقع زندگی میں ایسے پیش آتے ہیں جن میں خدا کے قانون کی پیروی کی جائے تو نقصانات، تکالیف، مصائب، اور محرومیوں سے سابقہ پڑتا ہے اور اس کے برعکس نافرمانی کی راہ اختیار کی جائے تو فائدے اور لذتیں حاصل ہوتی نظر آتی ہیں۔ صبر کے بغیر ان مواقع سے کوئی مومن بخیہت نہیں گزر سکتا۔ پھر ایمان کی راہ اختیار کرتے ہی آدمی کو اپنے نفس اور اس کی خواہشات سے لے کر اپنے اہل و عیال، اپنے خاندان، اپنے معاشرے، اپنے ملک و قوم، اور دنیا بھر کے شیاطین جن و انس کی مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، حتیٰ کہ راہ خدا میں ہجرت اور جہاد کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ ان سب حالات میں صبر ہی کی صفت آدمی کو ثابت قدم رکھ سکتی ہے۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ ایک ایک مومن اکیلا اکیلا اس شدید امتحان میں پڑ جائے تو ہر وقت شکست کھا جانے کے خطرے سے

دوپار ہو گا اور مشکل ہی سے کامیاب ہو سکے گا۔ بخلاف اس کے اگر ایک مومن معاشرہ ایسا موجود ہو جس کا ہر فرد خود بھی صابر ہو اور جس کے سارے افراد ایک دوسرے کو صبر کے اس ہمہ گیر امتحان میں سہارا دے رہے ہوں تو کامرانیوں اس معاشرے کے قدم چومیں گی۔ بدی کے مقابلے میں ایک بے پناہ طاقت پیدا ہو جائے گی۔ انسانی معاشرے کو بھلائی کے راستے پر لانے کے لیے ایک زبردست لشکر تیار ہو جائے گا۔

رہا رحم، تو اہل ایمان کے معاشرے کی امتیازی شان یہی ہے کہ وہ ایک سنگدل، بے رحم اور ظالم معاشرہ نہیں ہوتا بلکہ انسانیت کے لیے رحیم و شفیق اور آپس میں ایک دوسرے کا ہمدرد و غمخوار معاشرہ ہوتا ہے۔ فرد کی حیثیت سے بھی ایک مومن اللہ کی شان رحیمی کا مظہر ہے، اور جماعت کی حیثیت سے بھی مومنوں کا گروہ خدا کے اس رسول کا نمائندہ ہے جس کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء-۱۰۶)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑھ کر جس بلند اخلاقی صفت کو اپنی امت میں فروغ دینے کی کوشش فرمائی ہے وہ یہی رحم کی صفت ہے۔ مثال کے طور پر آپ کے حسب ذیل ارشادات ملاحظہ ہوں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں اس کی کیا اہمیت تھی۔

حضرت جریر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ (بخاری و مسلم) اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا:

الراحمون يرحمهم الرحمن - ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء۔ (ابوداؤد، ترمذی) رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يَرْحَمُ (بخاری فی الادب المفرد) جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مَثَلًا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرًا وَلَمْ يُؤَقِّرْ كَبِيرًا (ترمذی) وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹے پر

رحم نہ کھائے اور ہمارے بڑے کی توقیر نہ کرے۔

ابوداؤد نے حضور کے اس ارشاد کو حضرت عبداللہ بن عمرو کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے:

من لم یرحم صغیرنا و یعرف حق کبیرنا فلیس منّا۔ (ابوداؤد) جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کھایا اور ہمارے بڑے کا حق نہ پہچانا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

لا تُنزع الرِّحمہ الا من شقیّ (مسند احمد، ترمذی) بدبخت آدمی کے دل ہی سے رحم سلب کر لیا جاتا ہے۔

حضرت عیاض بن حماد کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا تین قسم کے آدمی جنتی ہیں۔ ان میں سے ایک:

رجل رحیم رقیق القلب لکل ذی قربی و مسلم (مسلم) وہ شخص ہے جو ہر رشتہ دار اور ہر مسلمان کے لیے رحیم اور رقیق القلب ہو۔

حضرت نعمان بن بشیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تری المؤمنین و تراحمہم و توادہم و تعاطفہم کم مثل الجسد اذا اشتت کسی عضو اتداعی لہ سائر الجسد بالسَّہر و

الحُمی (بخاری و مسلم) تم مومنوں کو آپس کے رحم اور محبت اور ہمدردی کے معاملہ میں ایک جسم کی طرح پاؤ

گے کہ اگر ایک عضو میں کوئی تکلیف ہو تو سارا جسم اس کی خاطر بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا:

المؤمن للمؤمن کالبنیان یشدّ بعضہم بعضاً (بخاری و مسلم) مومن دوسرے مومن کے لیے اُس دیوار کی طرح

ہے جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر حضور کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یُسلمہ و من کان فی حاجۃ اخیه کان اللہ فی حاجتہ و من فرّج عن مسلم کُرباً

فرّج اللہ عنہ کرباً یوم القامۃ و من ستر مسلماً سترہ اللہ یوم القیامۃ (بخاری و مسلم)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کی مدد سے باز رہتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی

کسی حاجت کو پورا کرنے میں لگا ہو گا اللہ اس کی حاجت پوری کرنے میں لگ جائے گا۔ اور جو شخص کسی

مسلمان کو کسی مصیبت سے نکالے گا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت سے نکال دے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی عیب پوشی کرے گا اللہ قیامت کے روز اس کی عیب پوشی کریگا۔ ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک اعمال کرنے والوں کو ایمان لانے کے بعد اہل ایمان کے گروہ میں شامل ہونے کی جو ہدایت قرآن مجید کی اس آیت میں دی گئی ہے اُس سے کس قسم کا معاشرہ بنانا مقصود ہے۔

**18. Such are the people of the right hand.**

وہی ہیں دائیں طرف والے۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ



**19. And those who disbelieved in Our signs, such are the people of the left hand.** \*15

اور وہ جنہوں نے کفر کیا ہماری آیتوں کا وہی ہیں بائیں طرف والے۔ \*15

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ



**\*15** For an explanation of the people of the right hand and of the left hand, see E.Ns 5, 6 of Surah Al-Waqiah.

**\*15** دائیں بازو اور بائیں بازو کی تشریح ہم سورہ واقعہ کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد پنجم، الواقعہ، حواشی ۵-۶۔

**20. Over them the fire will be closed in.** \*16

ان پر آگ ہوگی چھائی ہوئی۔ \*16

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ



**\*16** That is, fire will be so covering them from every side that they will find no way of escape from it.

**\*16** یعنی آگ اس طرح اُن کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی کہ اُس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔

